نذر خلیق/ ڈاکٹر شفیق احمد

سرقہ اور جعل سازی کی روایت
(دوسری زبانوں کے حوالے سے)

There may be seen "Sarqa aur Ja'alsazi" in Arabic,Persion, Saraiki, Sindhi and Urdu also. There are may examples in Prose and Poetry in these languages mention above.

سرقہ اور جعل سازی کی روایت ہر زبان میں موجود رہی ہے حضرت داتا گنج بخشؒ اپنی تصوف کی معروف کتاب ''کشف المحجوب'' کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

> ''کتاب کے آغاز میں اپنا نام لے آنے کی دو وجوہات ہیں ایک خاص لوگوں سے متعلق ہے دوسری عوام سے، عوام سے متعلق تو یہ ہے کہ جب علم طریقت سے ناواقف لوگ کوئی ایسی کتاب دیکھتے ہیں جس میں مصنف نے متعدد مقامات پر اپنے نام کا حوالہ نہ دیا ہو تو وہ اسے اپنے نام سے منسوب کر لیتے ہیں، اس سے مصنف کا مقصد فوت ہو کر رہ جاتا ہے ظاہر ہے کہ ہر مصنف کا مقصد دنیا میں اپنے نام کا زندہ رکھنا اور لوگوں کی نیک دعاؤں کا حصول ہوتا ہے، مجھے دو دفعہ اس کا ذاتی طور پر تجربہ حاصل ہو چکا ہے۔ ایک بار ایک شخص نے مجھ سے میرے اشعار کا دیوان مانگا اور لے گیا، جبکہ میرے پاس اس دیوان کا دوسرا نسخہ موجود نہ تھا اس نے اس سے میرا نام مٹا دیا اور میری ساری محنت ضائع کر دی۔ اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمائے۔ دوسرا اتفاق یہ ہوا کہ میں نے تصوف و طریقت کے موضوع پر ''منہاج الدین'' کے نام سے ایک کتاب لکھی، تصوف کے ایک جھوٹے دعوے دار نے اس سے میرا نام مٹا کر لوگوں میں اسے اپنے نام سے متعارف کرایا، اگرچہ باخبر لوگ اس کی اس حرکت کا مذاق اڑاتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر سے اپنی برکت کا سایہ اٹھا لیا اور اپنی بارگاہ کے طالبوں کی فہرست سے اس کا نام خارج کر دیا۔''(۱)

اگرچہ سیّد علی بن ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ نے یہ نہیں بتایا کہ ان کی چوری ہونے والی یہ دونوں کتابیں کس زبان میں تھیں لیکن تصور کیا جا سکتا ہے کہ یہ دونوں کتابیں عربی یا فارسی میں ہوں گی۔

Scanned by CamScanner

''الفہرست'' ایک مستند عربی کتاب ہے جو چوتھی صدی ہجری میں لکھی گئی اور اس کے مصنف محمد بن اسحاق ابن ندیم وراق نے عربی زبان میں سرقوں اور جعل سازیوں پر روشنی ڈالی ہے۔ مولانا محمد اسحاق بھٹی نے اس کتاب کا اردو ترجمہ کیا ہے اس عہد کے سرقے اور جعل سازیاں ملاحظہ ہوں۔

''بن احمد کندی۔ اہل موصل سے تھا۔ بلا تکلف شعر کہتا تھا اور پرلے درجے کا سارق بھی تھا۔۔۔ ابو منصور بن ابو براک:۔ یہ سری بن احمد کندی کا استاد تھا اور بہت اچھا شاعر تھا۔ کہتے ہیں سری نے اس کے اشعار سرقہ کر کے اپنی طرف منسوب کر لیے تھے۔''(۲)

ابو بکر محمد بن ہاشم اور ابو عثمان سعید بن ہاشم موصل کے ایک گاؤں خالدیہ کے رہنے والے تھے ان کے بارے میں ابن ندیم کہتے ہیں۔

''اگر یہ کسی شعر کو پسند کر لیتے تو اس کو چھین لیتے یا اپنا لینے میں کوئی مضائقہ نہ سمجھتے تھے۔ چاہے کہنے والا زندہ ہو یا مردہ اور اس حرکت کے وہ اس لیے مرتکب نہیں ہوتے تھے کہ وہ خود شعر کہنے سے عاجز و درماندہ تھے بلکہ یہ بات ان کی عادت اور سرشت میں داخل تھی۔''(۳)

ابنِ ندیم ابو بکر صولی کے بارے میں لکھتا ہے۔

''کتاب الاوراق فی اخبار الخلفاء والشعریہ نا تمام ہے۔۔۔ اس کتاب کی تصنیف کے وقت شعرا اور شعرا کے سلسلہ میں اس نے کتاب المزیدی پر اعتماد کیا ہے بلکہ بعینہ اسی کو نقل کر دیا ہے اور پھر اپنی طرف منسوب کر لیا۔ میں نے خود صولی کے کتب خانہ میں اس شخص کا وہ مجموعہ دیکھا جس سے اس نے نقل کیا ہے اور جس کی وجہ سے یہ رسوا ہوا ہے۔''(۴)

ابن ندیم نے الفہرست میں ابو الفضل احمد بن طاہر کا بھی ذکر کیا ہے یہ بھی شاعر تھا۔ تحریف اور شعر چرانا اس کا کام تھا ابن ندیم کہتے ہیں:۔

''در تصنیف و تالیف اور شعر گوئی میں جو مشہور لوگ گزرے ہیں میں نے ان میں سے کسی کو بھی اس شخص سے زیادہ کلام میں تحریف کرنے والا، علمی اعتبار سے کٹھل اور گفتگو میں لحن کو اپنانے والا نہیں دیکھا۔۔۔ نصف شعر یا ثلثِ شعر تو لوگوں کا قطعی چرا لیتا۔''(۵)

ابن ندیم نے الفہرست میں اپنے عہد کے نہ صرف شعرا کو بے نقاب کیا ہے بلکہ کتابوں کی جعل سازی پر بھی روشنی ڈالی ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عربی میں جعل سازی کی روایت نہ صرف اشعار کی حد تک تھی بلکہ کتب میں بھی جعل سازی کا ارتکاب جائز سمجھا جاتا تھا۔ ڈاکٹر نجم الاسلام ابن ندیم کے بارے میں کہتے ہیں۔

''کتابوں میں جعل سازی کی نشان دہی کے بارے میں ابن ندیم خاصا مستعد ہے۔ کونسا جزو اصل مصنف کی تصنیف ہے کون سے حصے وارداتوں کی جعل سازی ہیں؟

Scanned by CamScanner

جعل سازی میں کس نے پہل کی، کون شریک تھا اور کتاب کے اجزائے ترکیبی کیا ہیں؟ غرض کہ سب پہلوؤں پر وہ روشنی ڈالتا ہے۔ وہ ایک خاص مسلک پر بھی بھر پور تنقید اور بے لاگ رائے کا اظہار کرتا ہے۔'' (۶)

ابن ندیم نے چوتھی صدی ہجری کے سرقوں اور جعل سازیوں پر جس طرح روشنی ڈالی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سرقہ اور جعل سازی ہمیشہ سے ہو رہی ہے اور یہ ہر زبان میں ہو رہی ہے۔ اس سلسلے میں مشہور صوفی بزرگ اور شاعر خواجہ غلام فریدؒ نے بھی کچھ کتابوں کے جعلی ہونے پر روشنی ڈالی ہے۔ مثلاً وہ فرماتے ہیں۔

''لوگ کہتے ہیں'' مراۃ العارفین'' حضرت امام حسینؓ کی تصنیف ہے اور اس کتاب میں مراتب تنزلات وظہور حق سبحانہ ہیں۔ آپ نے اس کتاب میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ جو کچھ میں نے اپنے والد حضرت علی کرم اللہ وجہہ، سے سنا ہے اور سیکھا ہے لکھ دیا ہے۔ اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اگر یہی بات ہے تو پھر علماء کی بحث کیوں ہے۔ اس اثناء میں فضل حق منگھیروی نے دست بستہ عرض کیا۔ حضور یہ کتاب امام حسینؓ کی تصنیف نہیں ہے اس وجہ سے کہ اس زمانے میں تدوین کتب نہ تھی۔ یہ سن کر حضرت خواجہ خوش ہوئے اور فرمایا ہاں تدوین کتب کا زمانہ امام صاحب موصوف کے بعد کا زمانہ ہے۔'' (۷)

فارسی زبان میں بھی سرقوں اور جعل سازیوں کی روایت موجود ہے۔ آیئے فارسی کے چند سرقے ملاحظہ ہوں۔

''مغلیہ سلطنت کے زوال کے ساتھ ہی اردو شاعری فارسی کے غلبے سے آزاد ہونے لگی اور انگڑائی لے کر اپنی ادائیں دکھانے لگی لیکن بنیادی طور پر اس کا سانچہ اور ڈھانچہ فارسی سے مستعار تھا لہٰذا سرقے کی روایت جو فارسی میں بہت مستحکم تھی اردو شاعری اور شعراء کے مزاج میں خود بخود دخیل ہوگئی۔

جامی اور انوری، علی حزیں اور مولانا روم، تشبیہی کاشی اور مولانا جامی۔ حزیں اور حیرتی، خواجہ عزیز الدین کشمیری اور اثر شفیعائی شیرازی، بابا فغانی اور خسرو، نظیر نیشاپوری اور نصیر الدین چراغ دہلوی کے اشعار میں سرقے کی وارداتیں صاف نظر آتی ہیں۔ یہ مثالیں ایک دو نہیں ہزاروں ہیں اور صرف مضامین میں ہی نہیں بلکہ پورے پوری اشعار اور تمام وکمال غزلیں متوارد موجود ہیں۔

مکمل غزل کا سرقہ:

مثلاً ایک غزل کی غزل جو خواجہ حافظ شیرازی کے بھی دیوان میں ہے اور سلمان ساوجی کے کلیات میں بھی لفظ بہ لفظ جلوہ فرما ہے۔ جس کا مطلع یہ ہے کہ:

Scanned by CamScanner

زباغ وصل تو یا بد ریاض رضواں آب
نہ تاب ہجر تو وارد شرارِ دوزخ تاب

فارسی شعراء کے سرقے:

مولانا جامی کا یہ شعر مشہور ہے۔

جانِ تنِ فرسودہ رابا غمِ ہجراں گزاشت
طاقتِ مہماں نہ داشت خانہ بہ مہماں گزاشت

اوراب انوری کا شعر پڑھیے

مرا خدنگِ تو مہمان خانۂ بدن است
کسیکہ خانہ بہ مہماں گزاشت جانِ من است

علی حزیں کا یہ مصرع مشہور ہے

''بہ پستاں آمدن خونِ جگر را شیر میں سازد''

اور مولانا روم کا یہ مصرع کس کو دیا نہیں ہے۔

''مدتے بایست تا خواں شیر شد''

تشبیہی کاشی ایک لاجواب شاعر تھا اس کا شعر ہے:

کفِ پا بہ ہر زینے کہ رسد تو نازنین را
بہ لبِ خیال بوسم ہمہ عمر آں زمیں را

اور اسی مضمون کا شعر جو اس کا ماخوذ عنہ ہو سکتا ہے۔ مولانا جامی آج سے چار سو برس پہلے کہہ چکے ہیں:

چو نتوانم کہ بوسم لعلِ زخشش
بہ ہر جا بگذرد بوسم زمیں را (۸)

سندھی زبان والوں نے بھی سرقہ اور جعل سازی میں کمی نہیں کی انہوں نے دوسری زبانوں کے ادبی سرمائے کو اپنی زبان میں ڈھال لیا ہے اس حوالے سے ڈاکٹر ثمرین شیخ صاحبہ نے ماہنامہ ''سوجھرو'' کراچی میں بہت سے سندھی ادیبوں کو آڑے ہاتھوں لیتے ہوئے لکھا ہے۔

''طارق قریشی کہتا ہے (سوجھرو اکتوبر ۲۰۰۰) کہ میری کہانی ''ایکشن ری پلے'' کے سوا مجھ پر کوئی اور چوری ثابت کرو۔۔۔ ہمارے سماج میں طارق سمیت ہر آدمی فقط اپنی سہولت اور آسانی کے مطابق کوئی بات قبول کرتا ہے یہی چاہے چوری کا پختہ ثبوت ہی کیوں نہ ہو۔ منہ سے اقرار کرتے ہوئے بھی انہیں ثبوت دینا اور سمجھانا پڑتا ہے۔ سندھ کے ایک سینئر شاعر کی شاعری میں مجھے ناصر کاظمی اور پرتو روہیلہ کا ترجمہ نظر آتا ہے۔

> بزرگی کا خیال کرتے ہوئے سب ثبوت اور موقعے میں لے انہیں بھی دے دیے۔ انہوں نے ثبوتوں کو اتفاقی یکسانی کا نام دے کر خود کو جس طرح بے تعلق کیا وہ تعجب خیز ہے۔ ثبوت اور دباؤ میں انہوں نے Selfconfession کرتے ہوئے دیگر چوریاں بھی اپنی مرضی سے گنوادی ہیں لیکن میرے ثبوت اور محنت تو ان کی سہولت اور آسانی کا شکار ہو کر ڈوب گئے۔۔۔سندھی ادب کے تمام قارئین کے لیے کیا یہ Open Secret نہ ہوگا کہ سراج کی کہانی ''اے درد چلا آ'' جیمس جوائے کی 'The Dead' کا، نشیر موربانی کی کہانی ''بدھ کا دل'' یونانی کہانی کار Alam parzan کی کہانی 'Buddh's heart' اور علی احمد بروہی کی کہانی ''تصویر نا نکنا'' نامور انگریز مزاح نگار جیروم کی کتاب "The Man The Boot" سے براہ راست ترجمہ کی ہوئی کہانیاں ہیں۔۔۔سراج کی نثری کتاب ''سندھی بولی'' جسے سندھی ادب کا شہکار کتاب لکھا جاتا ہے، یہ تمام تر سوامی شنکر آنند کی دو جلدوں پر مشتمل کتاب Rigvedic-culture of the pre Historic Indus سے چوری کی گئی ہے۔ سراج کی ساری کتاب جھوٹ اور نقلی حوالوں کے ساتھ لکھی گئی ہے۔ تم خود جمیل جالبی کی کتاب ''ارسطو سے ایلیٹ تک'' اٹھا کر دیکھ لو اور بدرابراو کی کتاب ''تنقید نگاری کا ارتقائی جائزہ'' بھی اٹھا کر دیکھو۔ بجز باب ۱۲ کے باقی ۱۱ باب جمیل جالبی کی کتاب سے جمع کر کے اور آسان بنا کر لکھے گئے ہیں۔ آغا سلیم کا ناول ''ہمہ اوست'' سمرسیٹ ماہم کے ناول Cakes and Ale کا آدھے سے زیادہ ترجمہ ہے۔''(۹)

سرائیکی میں بھی جعل سازی اور سرقہ کی روایت موجود ہے۔ سرائیکی کے معروف شاعر خواجہ غلام فریدؒ کے کلام میں نامعلوم شعرا کا کلام شامل ہو گیا ہے اسے عقیدت کہیں یا کوئی اور نام دیں۔ مجاہد جتوئی نے ثابت کیا ہے کہ خواجہ فریدؒ نے کوئی ڈوہڑہ تخلیق ہی نہیں کیا ہے۔ وہ اپنے مضمون ''خواجہ فرید سے ڈوہڑے کی روایت'' میں لکھتے ہیں۔

> ''اس سلسلے میں تمام مطبوعہ غیر مطبوعہ دواوین کا اجمالی جائزہ اس بات کی تصدیق کرتا ہے۔ خواجہ فریدؒ لائبریری کوٹ مٹھن میں اس وقت درجنوں قلمی دیوان موجود ہیں جن میں سے کئی تو اس وقت کے ہیں جب خواجہ فرید حینِ حیات تھے۔ ان تمام دواوین میں ڈوہڑہ شامل نہیں ہے بلکہ خواجہ فرید کی وفات کے دس بیس ہی نہیں بلکہ پچاس برس بعد تک کے دیوان بھی ڈوہڑوں سے خالی ہیں۔۔۔۔ ہر نئے مجموعے میں دس بیس ڈوہڑے مزید شامل کر دیے جاتے ہیں جس کی سند صرف اتنی ہوتی ہے کہ ان کے چوتھے مصرعے میں یار فرید، پیر فرید، یا غلام فرید بطور تخلص موجود ہوتے ہیں۔ ان

Scanned by CamScanner

میں سے بعض تو بالکل غیر معیاری اور خواجہ فرید کی سوچ سے متصادم ہیں لیکن دام و درم کی لالچ میں خواجہ فرید کے نام کی مقبولیت کو مسلسل غلط استعمال کیا جا رہا ہے۔ جو نہ صرف ادبی بددیانتی ہے بلکہ لوگوں کے جذبات کا بھی استحصال ہے۔"(۱۰)

ہر زبان میں سرقہ اور جعل سازی کی مثالیں مل جاتی ہیں۔ اردو میں اس کی روایت نثر کے حوالے سے دیکھیں تو نثر کا پہلا اسلوبیاتی نمونہ "سب رس" اور فورٹ ولیم کالج میں ترجمہ شدہ داستانیں بھی ایک دوسرے کا چربہ ہیں اور بنیادی ماخذ پر پردہ ڈالتی ہیں۔ عہد حاضر میں چوریوں اور جعل سازیوں کی ایک طویل فہرست ہے۔ نظم میں بھی سرقہ اور جعل سازی کی روایت آغاز ہی سے ملتی ہے۔

میر تقی میر، غالب، ذوقؔ اور عہد حاضر کے کئی شعرا پر سرقہ کے الزامات لگائے گئے ہیں جو ثبوت کے ساتھ ثابت بھی ہو چکے ہیں۔ غالب نے بیشتر فارسی کلام سے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ ان کے حق میں بھی لکھا گیا ہے اور مخالفت میں بھی۔ اس سلسلے میں سیّد مسعود حسن رضوی پروفیسر لکھنو یونیورسٹی کے نام یاس یگانہ چنگیزی کا خط اہمیت رکھتا ہے وہ لکھتے ہیں۔

"شاعرانہ چوری اور قصیدہ گوئی کے علاوہ غالبؔ میں ایک بڑا نقص یہ بھی تھا کہ وہ اپنے فطری جوہر، اپنی اعلیٰ دماغی قابلیت کا صحیح مصرف نہ لے تلون مزاجی کے ہاتھوں ان کی ذہنی زندگی کا بیشتر حصہ حیرانی و سرگشتگی میں گزر گیا۔ آج وہ جلال اسیر کے مقلد ہیں، کل شوکت بخارائی کے، کبھی عرفی کی نقالی کرتے ہیں کبھی نظیری کی، کبھی بیدل کا پیالہ چاٹتے ہیں کبھی کسی کا کبھی کسی کا۔ زمانہ دراز تک ان کی طبعیت نے کوئی خاص رنگ پکڑا ہی نہیں، کسی مرکز پر انہیں قرار ہی نہیں۔ آئے دن رنگ بدلتے رہے آج ایک کو اپنا لیڈر بنایا تو کل دوسرے، پرسوں تیسرے کو چنانچہ خود ان کا کلام اس حقیقت کا شاہد ہے۔"(۱۱)

غزل گو شعرا کے علاوہ مثنوی، مرثیہ اور دیگر اصناف میں بھی سرقہ ہوا ہے۔ گلزار نسیم کے کچھ حصے سرقہ ہیں۔ اسی طرح میر انیس اور مرزا دبیر بھی ایک دوسرے کا سرقہ کرتے رہے ہیں۔ مسعود حسن رضوی اپنی کتاب "ہماری شاعری" میں لکھتے ہیں۔

"اردو شاعری کئی حیثیتوں سے فارسی شاعری سے بہت مشابہ ہے۔ اس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ اردو کے شاعر ذاتی تجربے اور عینی مشاہدے سے کام نہیں لیتے، اپنے دل کا حال نہیں کہتے، اپنی سرگزشت نہیں سناتے بلکہ فارسی سے مستعار لیے ہوئے مضامین کو دہراتے رہتے ہیں اس لیے ان کی شاعری، رسمی، روایتی اور تقلیدی شاعری ہے---
جن لوگوں کو فطرت نے شاعر نہیں بنایا، مگر طبعیت کی موزونی کے برتے پر وہ شاعر بننے کی ہوس میں گرفتار ہیں ان کو البتہ اس کے سوا چارہ نہیں ہے کہ شاعروں کی نقل کریں جو کچھ انہیں کہتے سنیں خود بھی کہنے لگیں اور جو کچھ انہیں کرتے دیکھیں خود بھی کرنے

Scanned by CamScanner

لگیں۔ان کی شاعری بے شک رہی اور تقلیدی ہوگی مگر اس میں اردو کی کیا تخصیص ہے
ہر زبان میں شاعروں کے کلام کی یہی حالت ہوتی ہے۔نظم کا سلیقہ اکثر میں اور شاعری
کا ملکہ کمتر میں ہوتا ہے۔اس لیے ہر زبان میں شاعر کم ہوتے ہیں اور متشاعر بہت۔
اردو میں یہ متشاعر کثرت سے ہیں۔"(۱۲)

سیّد مسعود حسن رضوی نے بجا کہا ہے کہ اردو شاعری کی ابتدا تقلید سے ہوتی ہے اور یہ تقلید فارسی شاعری کی ہے مگر تقلید کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ کسی فارسی کے شاعر کا شعر من وعن ترجمہ کر لیا جائے اور اس کا اعتراف بھی نہ کیا جائے یا پھر کوئی ایک آدھا لفظ تبدیل کر کے یہ کہا جائے کہ فارسی شعر میں جو کمی رہ گئی تھی وہ اس لفظ کے لانے سے پوری ہوگئی ہے بلکہ سرقہ کرنے والے کو محض ایک لفظ لانے کی بنا پر پہلے پر فوقیت دے دی جائے۔اردو نظم ہو یا نثر سرقہ اور جعل سازی سے مبرا نہیں ہے۔

حوالہ جات

(۱) کشف المحجوب،محمد فاروق القادری(مترجم)تصوف فاؤنڈیشن،۳۴۹۔این،سمن آباد،لاہور،ص ۶۹، ۷۰

(۲) الفہرست،مولانا محمد اسحاق بھٹی(مترجم)ادارہ ثقافتِ اسلامیہ کلب روڈ،لاہور،جون ۱۹۶۹ء،ص ۳۹۶، ۳۹۷

(۳) ایضاً ص ۳۹۷

(۴) ایضاً ص ۳۴۸

(۵) ایضاً ص ۳۳۹، ۳۴۰

(۶) تحقیق اور اصول وضع اصطلاحات پر منتخب مقالات،اعجاز راہی(مرتبہ)مقتدرہ قومی زبان،اسلام آباد،
۱۹۸۶ء،ص ۱۵۵

(۷) مقابیس المجالس،ملفوظات حضرت خواجہ غلام فریدؒ از مولانا رکن الدین(مرتب)،مسعود آباد ملیر کراچی،
۱۹۹۳ء،ص ۵۷۶

(۸) جریدہ،جامعہ کراچی از سیّد خالد جامعی،عمر حمید ہاشمی،2004ء،ص ۱۶، ۱۷

(۹) ایڈیٹر ماہنامہ "سوجھرو" کے نام ڈاکٹر ثمرین شیخ کا ایک خط(مطبوعہ)مرقومہ نمبر ۲۰۰۰ء

(۱۰) خواجہ فریدؒ سے ڈوہڑے کی روایت از مجاہد جتوئی مطبوعہ بانگِ سحر(خان پور کا ادبی نمبر)،گورنمنٹ ڈگری کالج
خان پور،۲۰۰۳،ص ۲۳۱۔

(۱۱) خط بنام مسعود حسن رضوی از یاس یگانہ چنگیزی مطبوعہ عکس صادق،صادق آباد،ص ۱۴۳۔

(۱۲) ہماری شاعری از مسعود حسن رضوی ادیب،پاپولر پبلشنگ ہاؤس،فضل الٰہی مارکیٹ،چوک اردو بازار لاہور،
ص ۱۱۰

Scanned by CamScanner